کی طرف اپنی اپنی امتوں کو دعوت دینا اور ماننے والوں کے اجر و ثواب اور نہ ماننے والوں پر طرح طرح کے عذاب اور ان کے انجام بد کا مفصل بیان تقریباً چودہ رکوع میں آیا ہے۔ جس کے ضمن میں سیکڑوں اصولی اور فروعی مسائل بھی آگئے ہیں۔ اور موجودہ اقوام کو پچھلی قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی کا سامان ہوگیا کہ پہلے سب رسولوں کے ساتھ ایسے ہی معاملات ہوتے رہے ہیں۔

آیاتِ مذکورہ سورۂ اعراف کا آٹھواں رکوع پورا ہے۔ اس میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اُمت کے حالات و مقالات کا بیان ہے۔

سلسلۂ انبیاء میں سب سے پہلے نبی اگرچہ آدم علیہ السلام ہیں۔ لیکن اُن کے زمانہ میں کفر و ضلالت کا مقابلہ نہ تھا اُن کی شریعت میں زیادہ تر احکام بھی زمین کی آبادکاری اور انسانی ضروریات کے متعلق تھے۔ کفر اور کافر کہیں موجود نہ تھے۔ کفر و شرک کا مقابلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا۔ اور رسالت و شریعت کی حیثیت سے دنیا میں وہ سب سے پہلے رسول ہیں۔ اس کے علاوہ طوفان میں پوری دنیا غرق ہوجانے کے بعد جو لوگ باقی رہے وہ حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے رفقاء سفینہ تھے اُنھیں سے نئی دنیا آباد ہوئی اسی لئے اُن کو آدم اصغر کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قصصِ انبیاء کا آغاز بھی انہیں سے کیا گیا جس میں ساڑھے نو سو برس کی طویل عمر میں ان کی پیغمبرانہ جد و جہد اور اس پر اکثر اُمت کی کجروی اور اُس کے نتیجہ میں بجز تھوڑے سے مؤمنین کے باقی سب کا غرق ہونا بیان ہوا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔

پہلی آیت میں ارشاد ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ۔

نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کی آٹھویں پشت میں ہیں۔ مستدرک حاکم میں بروایت ابن عباسؓ منقول ہے کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن گزرے ہیں۔ اور یہی مضمون طبرانی نے بروایت ابی ذرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے (تفسیر مظہری) قرن عام طور پر ایک سو سال کو کہا جاتا ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان اس روایت کے مطابق ایک ہزار سال کا عرصہ ہوگیا۔ ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی ولادت حضرت آدم علیہ السلام کی وفات سے آٹھ سو چھبیس سال بعد ہوئی ہے اور بتصریح قرآن ان کی عمر نو سو پچاس سال ہوئی۔ اور آدم علیہ السلام کی عمر کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ چالیس کم ایک ہزار سال ہے اس طرح آدم علیہ السلام کی پیدائش سے نوح علیہ السلام کی وفات تک کل دو ہزار آٹھ سو چھپن سال ہوجاتے ہیں (مظہری)۔ نوح علیہ السلام کا اصلی نام شاکر





۳۸

اور بعض روایات میں سکن اور بعض میں عبدالغفار آیا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ ان کا زمانہ حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے ہے یا بعد میں۔ اکثر صحابہ کا قول یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ادریس علیہ السلام سے پہلے ہیں (بحر محیط)۔

مستدرک حاکم میں بروایت ابن عباسؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ اور طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔

آیت قرآن لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ سے ثابت ہے کہ نوح علیہ السلام کی بعثت و نبوت صرف اپنی قوم کے لئے تھی ساری دنیا کے لئے عام نہ تھی اور ان کی قوم عراق میں آباد بظاہر مہذب مگر شرک میں مبتلا تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی وہ یہ تھی يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ یعنی اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ اس کے پہلے جملہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت ہے جو اصل اصول ہے۔ دوسرے جملہ میں شرک و کفر سے پرہیز کرنے کی تلقین ہے جو اس قوم میں وبار کی طرح پھیل گیا تھا۔ تیسرے جملہ میں اُس عذاب عظیم کے خطرہ سے آگاہ کرنا ہے جو خلاف ورزی کی صورت میں ان کو پیش آنے والا ہے۔ اس عذاب عظیم سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہوسکتا ہے اور دنیا میں طوفان کا عذاب بھی۔ (کبیر) ان کی قوم نے اس کے جواب میں کہا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ لفظ ملاء قوم کے سرداروں اور برادریوں کے چودھریوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعوت کے جواب میں قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کھُلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں کے دین سے ہم کو نکالنا چاہتے ہیں اور قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے اور جزا و سزا پانے کے خیالات یہ سب اوہام ہیں۔

اس دل آزار و دلخراش گفتگو کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے پیغمبرانہ لہجہ میں جو جواب دیا وہ مُبلغین اور مصلحین کے لئے ایک اہم تعلیم اور ہدایت ہے کہ اشتعال کی بات پر مشتعل اور غضبناک ہونے کے بجائے۔ سادہ لفظوں میں ان کے شبہات کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

یعنی اے میری قوم مجھ میں کوئی گمراہی نہیں مگر بات یہ ہے کہ میں تمہاری طرح آبائی رسوم جہالت کا پابند نہیں بلکہ میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں جو کچھ کہتا ہوں ہدایاتِ ربی سے کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام تم کو پہنچاتا ہوں جس میں تمہارا ہی بھلا ہے نہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ اور نہ میری کوئی غرض۔ اس میں رب العالمین کا لفظ عقیدہ شرک پر ضربِ کاری ہے کہ اس میں غور کرنے کے بعد نہ کوئی دیوی اور دیوتا ٹھہر سکتا ہے نہ کوئی یزدان و اہرمن۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم کو جو قیامت کے عذاب میں شبہات ہیں اُس کی وجہ تمہاری بے خبری اور ناواقفیت ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کا علم یقین دیا گیا ہے۔

اس کے بعد ان کے دوسرے شبہ کا جواب ہے جو سورۂ مؤمنون میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً الخ یعنی ان کی قوم نے نوح علیہ السلام کی دعوت پر ایک شبہ یہ بھی کیا کہ یہ تو ہماری ہی طرح ایک بشر اور انسان ہیں ہماری ہی طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں ان کو ہم کیسے اپنا مقتدا مان لیں اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارے لئے کوئی پیغام بھیجنا تھا تو وہ فرشتوں کو بھیجتے جن کا امتیاز اور بڑائی ہم سب پر واضح ہوتی۔ اب تو اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ ہماری قوم اور نسل کا ایک آدمی ہم پر اپنا تفوق اور بڑائی قائم کرنا چاہتا ہے۔

اس کے جواب میں فرمایا اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ یعنی کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ تمہارے رب کا پیغام تمہاری طرف ایک ایسے شخص کی معرفت آیا جو تمہاری ہی جنس کا ہے تاکہ وہ تمہیں ڈراوے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یعنی اُس کے ڈرانے سے تم متنبہ ہو کر مخالفت چھوڑ دو جس کے نتیجہ میں تم پر رحمت نازل ہو۔

مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ بشر کو رسول بنایا جائے۔ اوّل تو حق تعالیٰ مختار مطلق ہیں جس کو چاہیں اپنی نبوت و رسالت عطا فرمائیں اس میں کسی کو چون چرا کی مجال نہیں۔ اس کے علاوہ اصل معاملہ پر غور کرو تو واضح ہو جائے کہ عام انسانوں کی طرف رسالت و نبوت کا مقصد بشر ہی کے ذریعہ پورا ہو سکتا ہے فرشتوں سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ اصل مقصدِ رسالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت اور عبادت پر لوگوں کو قائم کر دیا جائے اور اُس کے احکام کی مخالفت سے بچایا جائے۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ان کی جنس بشر کا کوئی شخص نمونۂ عمل بن کر ان کو دکھلائے کہ بشری تقاضوں اور خواہشوں





کے ساتھ بھی احکام الٰہیہ کی اطاعت اور اس کی عبادت جمع ہو سکتی ہے۔ اگر فرشتے یہ دعوت لے کر آتے اور اپنی مثال لوگوں کے سامنے رکھتے تو سب لوگوں کا یہ عذر ظاہر تھا کہ فرشتے تو بشری خواہشات سے پاک ہیں نہ اُن کو بھوک پیاس لگتی ہے نہ نیند آتی ہے نہ تکان ہوتا ہے اُن کی طرح ہم کیسے بن جائیں۔ لیکن جب اپنا ہی ایک ہم جنس بشر تمام بشری خواہشات اور خصوصیات رکھنے کے باوجود اُن احکام الٰہیہ کی مکمل اطاعت کر کے دکھلائے تو اُن کے لئے کوئی عذر نہیں رہ سکتا۔

اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فرمایا لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا۔ مطلب یہ ہے کہ جس کے ڈرانے سے متأثر ہو کر لوگ ڈر جائیں وہ وہی ہو سکتا ہے جو ان کا ہم جنس اور ان کی طرح بشری خصوصیات کا جامع ہو۔ یہ شبہ اکثر امتوں کے کفار نے پیش کیا کہ کوئی بشر نبی اور رسول نہیں ہونا چاہئے اور قرآن نے سب کا یہی جواب دیا ہے۔ افسوس ہے کہ قرآن کی اتنی تصریحات کے باوجود آج بھی کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ مگر جاہل انسان اس حقیقت کو نہیں سمجھتا وہ کسی اپنے ہم جنس کی برتری کو تسلیم کرنے کے لئے طیار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ہمعصر اولیاء اور علماء سے ان کی معاصرت کی بنا پر نفرت و حقارت کا برتاؤ جاہلوں کا ہمیشہ شیوہ رہا ہے۔

قوم نوح علیہ السلام کے دل خراش کلام کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام کا یہ مشفقانہ اور ناصحانہ رویہ بھی ان کی بے حس قوم پر اثر انداز نہ ہوا بلکہ اندھے بن کر جھٹلانے ہی میں لگے رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان کا عذاب بھیج دیا۔ ارشاد فرمایا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ۔ یعنی نوح علیہ السلام کی ظالم قوم نے ان کی نصیحت و خیر خواہی کی کوئی پروا نہ کی اور برابر اپنی تکذیب پر جمع رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کو ایک کشتی میں سوار کر کے طوفان سے نجات دے دی اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کو غرق کر دیا۔ بے شک یہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اور اُن کی قوم کی غرقابی اور کشتی والوں کی نجات کی پوری تفصیل سورۂ نوح اور سورہ ہود میں آئے گی۔ اس جگہ بتقاضائے مقام اس کا خلاصہ بیان ہوا ہے۔ حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ قومِ نوح پر طوفان کا عذاب اُس وقت آیا جب کہ وہ اپنی کثرت و قوت کے اعتبار سے بھرپور تھے۔ عراق کی زمین اور اس کے پہاڑ اُن کی کثرت کے سبب تنگ ہو رہے تھے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ نافرمان لوگوں کو

ڈھیل دیتے رہتے ہیں۔ عذاب اُس وقت بھیجتے ہیں جب وہ اپنی کثرت، قوت اور دولت میں انتہا کو پہنچ جائیں اور اس میں بدمست ہو جائیں۔ (ابن کثیر)

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں کتنے آدمی تھے اس میں روایات مختلف ہیں۔ ابن کثیرؒ نے بروایت ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اسّی آدمی تھے جن میں ایک کا نام جرہم تھا یہ عربی زبان بولتا تھا۔ (ابن کثیر)

بعض روایات میں یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ اسّی کے عدد میں چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔ طوفان کے بعد یہ سب حضرات موصل میں جس جگہ مقیم ہوئے اُس بستی کا نام ثمانون مشہور ہو گیا۔

غرض اس جگہ نوح علیہ السلام کا مختصر قصہ بیان فرما کر ایک تو یہ بتلا دیا کہ تمام انبیاء قدیم کی دعوت اور اصولِ عقائد ایک ہی تھے۔ دوسرے یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی تائید و حمایت کس طرح حیرت انگیز طریقہ پر کرتے ہیں کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جانے والے طوفان میں بھی ان کی سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ تیسرے یہ واضح کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے جس طرح پچھلی امتیں تکذیبِ انبیاء کے سبب عذاب میں گرفتار ہو گئیں آج کے لوگوں کو بھی اُس سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ

اور قوم عاد کی طرف بھیجا اُن کے بھائی ہود کو، بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا

إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن

معبود اس کے سوا، سو کیا تم ڈرتے نہیں۔ بولے سردار جو کافر تھے اُس

قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٦٦﴾

کی قوم میں ہم تو دیکھتے ہیں تجھ کو عقل نہیں اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ

بولا اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار

الْعَالَمِينَ ﴿٦٧﴾ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿٦٨﴾

عالم کا۔ پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں اطمینان کے لائق۔





أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ

کیا تم کو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تم کو ڈرائے،

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي

اور یاد کرو جب کہ تم کو سردار کر دیا پیچھے قوم نوح کے اور زیادہ کر دیا تمہارے

الْخَلْقِ بَسْطَةً ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا

بدن کا پھیلاؤ، سو یاد کرو اللہ کے احسان تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ بولے

أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ۖ

کیا تو اس واسطے ہمارے پاس آیا کہ ہم بندگی کریں اللہ اکیلے کی اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے،

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ

پس تو لے آ ہمارے پاس جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے۔ کہا تم پر واقع

عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ ۖ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ

ہو چکا ہے تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ، کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے ان ناموں پر کہ

سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ

رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے، نہیں اُتاری اللہ نے ان کی کوئی سند،

فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿٧١﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ

سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ پھر ہم نے بچا لیا اُس کو اور جو

مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ

اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے اور جڑ کاٹی ان کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو

٩ ع ٨ ١٦

وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٧٢﴾ ع

اور نہیں مانتے تھے۔

## خلاصہ تفسیر

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت) ہود (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی

عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اور بت پرستی چھوڑ دو جیسا آگے وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا سے معلوم ہوتا ہے) سو کیا تم (ایسے بڑے جرم عظیم یعنی شرک کے مرتکب ہو کر عذاب الٰہی سے) نہیں ڈرتے ان کی قوم میں جو آبرودار لوگ کافر تھے انہوں نے (جواب میں) کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں (کہ توحید کی تعلیم کر رہے ہو اور عذاب سے ڈرا رہے ہو) اور ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں (یعنی نعوذ باللہ نہ توحید صحیح مسئلہ ہے اور نہ عذاب کا آنا صحیح ہے) انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن (چونکہ) میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں (انہوں نے مجھ کو تعلیم توحید اور انذارِ عذاب کا حکم کیا ہے اس لئے اپنا منصبی کام کرتا ہوں کہ) تم کو اپنے پروردگار کے پیغام (اور احکام) پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا خیرخواہ امانت دار ہوں (کیونکہ توحید و ایمان میں تمہارا ہی نفع ہے) اور (تم جو میرے بشر ہونے سے میری نبوت کا انکار کرتے ہو جیسا سورۂ ابراہیم میں بعد ذکر قوم نوح و عاد و ثمود کے ہے قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور سورۂ فصلت میں بعد ذکر عاد و ثمود کے ہے قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً الخ تو) کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا (بشر) ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی (وہ نصیحت کی بات وہی ہے جو مذکور ہوئی يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ الیٰ قولہ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ) تاکہ وہ شخص تم کو (عذاب الٰہی سے) ڈراوے (یعنی یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیا بشریت و نبوت میں منافاۃ ہے اوپر اَفَلَا تَتَّقُوْنَ میں ترہیب تھی آگے ترغیب ہے) اور (اے قوم) تم یہ حالت یاد کرو (اور یاد کرکے احسان مانو اور اطاعت کرو) کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد (روئے زمین پر) آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ (بھی) زیادہ دیا سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو (اور یاد کرکے احسان مانو اور اطاعت کرو) تاکہ تم کو (ہر طرح کی) فلاح ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا (خوب) آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن (بتوں) کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم ان (کی عبادت) کو چھوڑ دیں (یعنی ہم ایسا نہ کریں گے) اور ہم کو (نہ ماننے پر) جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو (جیسا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے) اس (عذاب) کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو انہوں نے فرمایا کہ (تمہاری سرکشی کی جب یہ حالت ہے تو) بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے (پس عذاب کے شبہ کا جواب تو اس وقت معلوم ہو جائے گا اور باقی توحید پر جو شبہ ہے کہ ان بتوں کو معبود کہتے ہو جن کا نام تو تم نے معبود





رکھ لیا ہے، لیکن واقع میں ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل ہی نہیں تو) کیا تم مجھ سے ایسے (بے حقیقت) ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو (یعنی وہ مسمیات بمنزلۂ بعض اسماء کے ہیں) جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرا لیا ہے (لیکن) ان کے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل (نقلی یا عقلی) نہیں بھیجی (یعنی جدال میں مدعی کے ذمہ دلیل ہے اور مقابل کی دلیل کا جواب بھی، سو تم نہ دلیل قائم کر سکتے ہو نہ میری دلیل کا جواب دے سکتے ہو پھر جدال کا کیا معنی) سو تم (اب جدال ختم کرو اور عذاب الٰہی کے) منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں غرض (عذاب آیا اور) ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو (یعنی مؤمنین کو) اپنی رحمت (و کرم) سے (اس عذاب سے) بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ (تک) کاٹ دی (یعنی بالکل ہلاک کر دیا) جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ (بوجہ غایت قساوت کے) ایمان لانے والے نہ تھے (یعنی اگر ہلاک بھی نہ ہوتے جب بھی ایمان نہ لاتے اس لئے ہم نے بمقتضائے اس وقت کی حکمت کے خاتمہ ہی کر دیا)۔

# معارف و مسائل

**عاد اور ثمود کی مختصر تاریخ**

عاد اصل میں ایک شخص کا نام ہے جو نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور اُن کے بیٹے سام کی اولاد میں ہے۔ پھر اس شخص کی اولاد اور پوری قوم عاد کے نام سے مشہور ہوگئی۔ قرآن کریم میں عاد کی ساتھ کہیں لفظ عاد اُولیٰ اور کہیں اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد کو اِرم بھی کہا جاتا ہے۔ اور عاد اولیٰ کے مقابلہ میں کوئی عاد ثانیہ بھی ہے، اس کی تحقیق میں مفسرین اور مؤرخین کے اقوال مختلف ہیں۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ عاد کے دادا کا نام اِرَم ہے اس کے ایک بیٹے یعنی عوص کی اولاد میں عاد ہے یہ عاد اولیٰ کہلاتا ہے اور دوسرے بیٹے جثو کا بیٹا ثمود ہے یہ عاد ثانی کہلاتا ہے۔ اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ عاد اور ثمود دونوں اِرم کی دو شاخیں ہیں۔ ایک شاخ کو عاد اولیٰ اور دوسری کو ثمود یا عاد ثانیہ بھی کہا جاتا ہے اور لفظ اِرَم عاد و ثمود دونوں کے لئے مشترک ہے۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ قوم عاد پر جس وقت عذاب آیا تو ان کا ایک وفد مکہ معظمہ گیا ہوا تھا وہ عذاب سے محفوظ رہا اُس کو عاد اُخریٰ کہتے ہیں۔ (بیان القرآن)

اور ھُوْدَ علیہ السلام ایک نبی کا نام ہے یہ بھی نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور سام کی اولاد میں ہیں قوم عاد اور حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ چوتھی پشت میں سام پر

جمع ہوجاتا ہے اس لئے ہود علیہ السلام عاد کے نسبی بھائی ہیں اسی لئے اَخَاھُمۡ ھُوۡدًا فرمایا گیا۔

قوم عاد کے تیرہ خاندان تھے۔ عمان سے لے کر حضر موت اور یمن تک ان کی بستیاں تھیں۔ ان کی زمینیں بڑی سرسبز و شاداب تھیں ہر قسم کے باغات تھے۔ رہنے کے لئے بڑے بڑے شاندار محلات بناتے تھے۔ بڑے قد آور قوی الجثہ آدمی تھے آیاتِ مذکورہ میں زَادَکُمۡ فِی الۡخَلۡقِ بَصۜۡطَۃً کا یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ساری ہی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے تھے۔ مگر ان کی کج فہمی نے انھیں نعمتوں کو ان کے لئے وبالِ جان بنا دیا۔ اپنی قوت وشوکت کے نشہ میں بدمست ہو کر مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً کی ڈینگ مارنے لگے۔

اور رب العالمین جس کی نعمتوں کی بارش ان پر ہو رہی تھی اس کو چھوڑ کر بُت پرستی میں مبتلا ہوگئے۔

**حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ اور بعض حالات**

اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جو خود انھیں کے خاندان سے تھے۔ اور ابو البرکات جونی جو انسابِ عرب کے بڑے ماہر مشہور ہیں اُنھوں نے لکھا ہے کہ ہود علیہ السلام کے بیٹے یعرب بن قحطان ہیں جو یمن میں جا کر آباد ہوئے اور یمنی اقوام انھیں کی نسل ہیں۔ اور عربی زبان کی ابتدار انھیں سے ہوئی اور یعرب کی مناسبت سے ہی زبان کا نام عربی اور اس کے بولنے والوں کو عرب کہا گیا۔ (بحر محیط)

مگر صحیح یہ ہے کہ عربی زبان تو عہدِ نوح علیہ السلام سے جاری تھی کشتی نوح علیہ السلام کے ایک رفیق جرہم تھے جو عربی زبان بولتے تھے (بحر محیط)۔ اور یہی جرہم ہیں جن سے مکہ معظمہ کی آبادی شروع ہوئی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یمن میں عربی زبان کی ابتدا یعرب بن قحطان سے ہوئی اور ابو البرکات کی تحقیق کا یہی مطلب ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم عاد کو بت پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کرنے اور ظلم و جور چھوڑ کر عدل و انصاف اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ مگر یہ لوگ اپنی دولت و قوت کے نشہ میں سرشار تھے۔ بات نہ مانی جس کے نتیجہ میں اُن پر پہلا عذاب تو یہ آیا کہ تین سال تک مسلسل بارش بند ہوگئی۔ ان کی زمینیں خشک ریگستانی صحرا بن گئیں باغات جل گئے۔ مگر اس پر بھی یہ لوگ شرک و بت پرستی سے باز نہ آئے تو آٹھ دن اور سات راتوں تک ان پر شدید قسم کی آندھی کا عذاب مُسلّط ہوا جس نے ان کے رہے سہے باغات اور محلات کو زمین پر بچھا دیا ان کے آدمی اور جانور ہوا میں اُڑتے اور پھر سر کے بل آکر گرتے تھے۔ اس طرح یہ قوم عاد پوری کی پوری ہلاک کر دی گئی۔ آیاتِ مذکورہ میں جو ارشاد ہے وَقَطَعۡنَا دَابِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا





یعنی ہم نے جھٹلانے والوں کی نسل قطع کر دی اس کا مطلب بعض حضرات نے یہی قرار دیا ہے کہ اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ سب فنا کر دیئے گئے۔ اور بعض حضرات نے اس لفظ کے یہ معنی قرار دیئے ہیں کہ آئندہ کے لئے بھی قوم عاد کی نسل اللہ تعالیٰ نے منقطع کر دی۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بات نہ ماننے اور کفر و شرک میں مبتلا رہنے پر جب ان کی قوم پر عذاب آیا تو ہود علیہ السلام اور ان کے رفقار نے ایک حَظِیۡرَہ (گھیر) میں پناہ لی۔ یہ عجیب بات تھی کہ اس طوفانی ہوا سے بڑے بڑے محلات تو منہدم ہو رہے تھے مگر اس گھیر میں ہوا نہایت معتدل ہو کر داخل ہوتی تھی۔ ہود علیہ السلام کے سب رفقار عین نزولِ عذاب کے وقت بھی اسی جگہ مطمئن بیٹھے رہے ان کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ قوم کے ہلاک ہوجانے کے بعد مکہ معظمہ میں منتقل ہوگئے اور پھر یہیں وفات پائی۔ (بحر محیط)

قوم عاد کا عذاب ہوا کے طوفان کی صورت میں آنا قرآن مجید میں صراحۃً مذکور اور منصوص ہے اور سورۂ مؤمنون میں قصہ نوح علیہ السلام ذکر کرنے کے بعد جو ارشاد ہوا ہے ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِھِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِیۡنَ یعنی پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور جماعت پیدا کی، ظاہر یہ ہے کہ اس جماعت سے مراد قوم عاد ہے۔ پھر اس جماعت کے اعمال و اقوال بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا فَاَخَذَتۡھُمُ الصَّیۡحَۃُ بِالۡحَقِّ یعنی پکڑ لیا اُن کو ایک سخت آواز نے۔ اس ارشادِ قرآنی کی بنار پر بعض حضراتِ مفسرین نے فرمایا کہ قوم عاد پر سخت قسم کی ہیبتناک آواز کا عذاب مُسلّط ہوا تھا مگر ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں، ہو سکتا ہے کہ سخت آواز بھی ہوئی ہو اور ہوا کا طوفان بھی۔

یہ مختصر واقعہ ہے قوم عاد اور حضرت ہود علیہ السلام کا اس کی تفصیل قرآنی الفاظ کے ساتھ یہ ہے۔

پہلی آیت میں وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمۡ ھُوۡدًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ۔ یعنی ہم نے قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود علیہ السلام کو ہدایت کے لئے بھیجا تو اُنھوں نے فرمایا۔ اے میری قوم تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اُس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں۔

قوم عاد سے پہلے قوم نوح علیہ السلام کا عذابِ عظیم ابھی تک لوگوں کے ذہنوں سے غائب نہ ہوا تھا اس لئے حضرت ہود علیہ السلام کو عذاب کی شدت و عظمت بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی صرف اتنا فرمانا کافی سمجھا کہ کیا تم اللہ کے عذاب سے ڈرتے نہیں۔

دوسری آیت میں ہے قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ سَفَاھَۃٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّکَ

مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۔ یعنی قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم آپ کو بے وقوفی میں مبتلا پاتے ہیں اور ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہیں۔

یہ تقریباً ایسا ہی معارضہ ہے جیسا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کیا تھا صرف بعض الفاظ کا فرق ہے۔ تیسری اور چوتھی آیت میں اس کا جواب بھی تقریباً اُسی انداز کا ہے جیسا نوح علیہ السلام نے دیا تھا۔ یعنی یہ کہ مجھ میں بے وقوفی کچھ نہیں بات صرف اتنی ہے کہ میں رب العالمین کی طرف سے رسول اور پیغمبر بن کر آیا ہوں اُس کے پیغامات تمہیں پہنچاتا ہوں۔ اور میں واضح طور پر تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اس لئے تمہاری آبائی جہالتوں اور غلطیوں میں تمہارا ساتھ دینے کے بجائے میں تمہارے طبائع کے خلاف حق بات تمہیں پہنچاتا ہوں جس سے تم بُرا مانتے ہو۔

پانچویں آیت میں قوم عاد کا وہی اعتراض ذکر کیا گیا ہے جو ان سے پہلے قوم نوح علیہ السلام نے پیش کیا تھا کہ ہم کسی اپنے ہی جیسے بشر اور انسان کو کیسے اپنا بڑا اور پیشوا مان لیں کوئی فرشتہ ہوتا تو ممکن تھا کہ ہم مان لیتے۔ اس کا جواب بھی قرآنِ کریم نے وہی ذکر کیا جو نوح علیہ السلام نے دیا تھا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کوئی انسان اللہ کا نبی و رسول ہو کر لوگوں کو ڈرانے کے لئے آجائے۔ کیونکہ درحقیقت انسان کے سمجھانے بجھانے کے لئے انسان ہی کا پیغمبر ہونا مؤثر ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد ان کو وہ انعامات یاد دلائے جو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر مبذول فرمائے ہیں ارشاد فرمایا وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ یعنی اس بات کو یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد زمین کا مالک و متصرف بنا دیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ بھی زیادہ دیا۔ اُس کی ان نعمتوں کو یاد کرو تو تمہارا بھلا ہوگا۔

مگر اس سرکش بدمست قوم نے ایک نہ سنی اور وہی جواب دیا جو عام طور پر گمراہ لوگ دیا کرتے ہیں کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم سے ہمارے باپ دادا کا مذہب چھڑا دو اور سارے دیوتاؤں کو چھوڑ کر ہم صرف ایک خدا کو ماننے لگیں۔ یہ تو ہم سے نہ ہوگا۔ آپ جس عذاب کی دھمکی ہمیں دے رہے ہیں اس عذاب کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

چھٹی آیت میں ہود علیہ السلام نے جواب دیا کہ جب تمہاری سرکشی اور بے ہوشی کی یہ حالت ہے تو اب تم پر خدا تعالیٰ کا غضب اور عذاب آیا ہی چاہتا ہے تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی اب اُسی کا انتظار کرتے ہیں۔ قوم کے اس اشتعال آمیز جواب پر عذاب آنے کی خبر تو دے دی لیکن پیغمبرانہ شفقت و نصیحت نے پھر مجبور کیا کہ اس کلام کے دوران میں یہ بھی





فرمادیا کہ افسوس ہے تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے بے عقل بے جان چیزوں کو اپنا معبود بنا لیا جن کے معبود ہونے پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور پھر تم ان کی عبادت میں ایسے پختہ ہوگئے کہ ان کی حمایت میں مجھ سے جھگڑا کر رہے ہو۔

آخری آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہود علیہ السلام کی ساری جد و جہد اور عاد قوم کی سرکشی کا آخری انجام یہ ہوا کہ ہم نے ہود علیہ السلام کو اور اُن لوگوں کو جو اُن پر ایمان لائے تھے عذاب سے محفوظ رکھا اور جھٹلانے والوں کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

اس قصہ میں غافل انسانوں کے لئے خدا کی یاد اور اطاعت میں لگ جانے کی ہدایت اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے سامانِ عبرت اور مبلغین و مصلحین کے لئے پیغمبرانہ طریقہ تبلیغ و اصلاح کی تعلیم ہے۔

وقف لازم

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

اور ثمود کی طرف بھیجا اُن کے بھائی صالح کو، بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ

معبود اس کے سوا، تم کو پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے، یہ اونٹنی

اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

اللہ کی ہے تمہارے لئے نشانی سو اس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین میں اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ

بُری طرح، پھر تم کو پکڑے گا عذاب دردناک۔ اور یاد کرو جب کہ تم کو سردار

خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ

کر دیا عاد کے پیچھے اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں کہ بناتے ہو

مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا

نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر، سو یاد کرو

اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ

احسان اللہ کے اور مت مچاتے پھرو زمین میں فساد۔ کہنے لگے سردار

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ

جو متکبر تھے اس کی قوم میں غریب لوگوں کو کہ جو ان میں ایمان

مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا

لائے تھے کیا تم کو یقین ہے کہ صالح کو بھیجا ہے اُس کے رب نے ، بولے ہم کو

بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ

تو جو وہ لے کر آیا اس پر یقین ہے ۔ کہنے لگے وہ لوگ جو متکبر تھے جس پر تم کو

اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

یقین ہے ہم اس کو نہیں مانتے ۔

## خلاصۂ تفسیر

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں (انہوں نے ایک خاص معجزہ کی درخواست کی کہ اس پتھر میں سے ایک اونٹنی پیدا ہو تو ہم ایمان لائیں چنانچہ آپ کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ وہ پتھر پھٹا اور اس کے اندر سے ایک بڑی اونٹنی نکلی۔ رواہ محمد بن اسحٰق۔ آپ نے فرمایا کہ) تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل (میرے رسول ہونے کی) آچکی ہے (آگے اس کا بیان ہے) یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل (بنا کر ظاہر کی گئی) ہے (اور اسی لئے اللہ کی اونٹنی کہلائی کہ اللہ کی دلیل ہے) سو (علاوہ اس کے کہ میری رسالت پر دلیل ہے خود اس کے بھی کچھ حقوق ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ) اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں (گھاس چارہ) کھاتی پھرا کرے (اسی طرح اپنی باری کے دن پانی پیتی رہے جیسا دوسری آیت میں ہے) اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آپکڑے اور (اے قوم) تم یہ حالت یاد کرو (اور یاد کر کے احسان مانو اور اطاعت کرو) کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو (قوم) عاد کے بعد (روئے زمین پر) آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو (دلخواہ) ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر (بھی بڑے بڑے) محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں (بھی) گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو (اور دوسری نعمتوں کو بھی) یاد کرو (اور کفر و شرک کے ذریعہ) زمین میں فساد مت پھیلاؤ (یعنی ایمان لے آؤ مگر باوجود اس قدر فہمائش کے کچھ غرباء ایمان لائے اور ان میں اور رئیسوں میں یہ گفتگو ہوئی یعنی) ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے





ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے (پیغمبر بنا کر) بھیجے ہوئے (آئے) ہیں انہوں نے (جواب میں) کہا کہ بیشک ہم تو اس (حکم) پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں۔

## معارف و مسائل

ان آیات میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کے حالات کا تذکرہ ہے جیسے اس سے پہلے قوم نوح اور قوم ہود علیہما السلام کا ذکر آچکا ہے اور سورۂ اعراف کے آخر تک بھی انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے احوال انبیاء کی دعوتِ حق پر اُن کے کفر و انکار کے انجام بد کا بیان ہے۔

آیاتِ مذکورہ میں سے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اس سے پہلے قوم عاد کے تذکرہ میں بیان ہو چکا ہے کہ عاد و ثمود ایک ہی دادا کی اولاد میں دو شخصوں کا نام ہے ان کی اولاد بھی ان کے نام سے موسوم ہو کر دو قومیں بن گئیں ایک قوم عاد دوسری قوم ثمود کہلاتی ہے۔ عرب کے شمال مغرب میں بستے تھے اور ان کے بڑے شہر کا نام حِجر تھا جس کو اب عموماً مدائن صالح کہا جاتا ہے۔ قوم عاد کی طرح قوم ثمود بھی دولتمند، قوی اور بہادر قوم اور سنگ تراشی اور فنِ تعمیر میں ماہر تھی کھلی زمین پر بڑے بڑے محلات بنانے کے علاوہ پہاڑوں کو کھود کر ان میں طرح طرح کی عمارتیں بناتے تھے۔ ارض القرآن میں مولانا سید سلیمان صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ان کی تعمیری یادگاریں اب تک باقی ہیں ان پر ارمی اور ثمودی خط میں کتبے منقوش ہیں۔

دنیا کی دولت و ثروت کا نتیجہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ ایسے لوگ خدا و آخرت سے غافل ہو کر غلط راستوں پر پڑ جاتے ہیں۔ قوم ثمود کا بھی یہی حال ہوا۔

حالانکہ ان سے پہلے قوم نوح علیہ السلام کے عذاب کے واقعات کا تذکرہ ابھی تک دنیا میں موجود تھا اور پھر ان کے بھائی قوم عاد کی ہلاکت کے واقعات تو تازہ ہی تھے۔ مگر دولت و قوت کے نشہ کا خاصہ ہی یہ ہے کہ ابھی ایک شخص کی بنیاد منہدم ہوتی ہے دوسرا اس کی خاک کے ڈھیر پر اپنی تعمیر کھڑی کر لیتا ہے اور پہلے کے واقعات کو بھول جاتا ہے۔ قوم عاد کی تباہی اور ہلاکت کے بعد قوم ثمود اُن کے مکانات اور زمینوں کی وارث بنی اور اُنھیں مقامات پر اپنے عشرت کدے طیار کئے جن میں ان کے بھائی ہلاک ہو چکے تھے اور ٹھیک وہی اعمال و افعال شروع کر دیئے جو قوم عاد نے کئے تھے کہ خدا و آخرت سے غافل ہو کر شرک و بت پرستی میں لگ گئے

اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت مُستمرہ کے مطابق ان کی ہدایت کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ صالح علیہ السلام نسب و وطن کے اعتبار سے قوم ثمود ہی کے ایک فرد تھے۔ کیونکہ یہ بھی سام ہی کی اولاد میں سے تھے اسی لئے قرآن کریم میں ان کو قوم ثمود کا بھائی فرمایا ہے اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی وہ وہی دعوت ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک سب انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ. یعنی ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ وہ لوگوں کو یہ ہدایت کرے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور بت پرستی سے بچو۔ عام انبیاء سابقین کی طرح صالح علیہ السلام نے بھی قوم سے یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور خالق و مالک سمجھو اس کے سوا کوئی معبود بنانے کے لائق نہیں۔ فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ یعنی اب تو ایک کھلا ہوا نشان بھی تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آپہنچا ہے۔ اس نشان سے مراد ایک عجیب و غریب ناقہ ہے جس کا اجمالی ذکر اس آیت میں بھی ہے اور قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں اُس کی مزید تفصیلات مذکور ہیں۔ واقعہ اس ناقہ کا یہ تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی جوانی کے زمانہ سے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دینا شروع کی اور برابر اس میں لگے رہے یہاں تک کہ بڑھاپہ کے آثار شروع ہو گئے۔ صالح علیہ السلام کے بار بار اصرار سے تنگ ہو کر ان کی قوم نے یہ قرار دیا کہ ان سے کوئی ایسا مطالبہ کرو جس کو یہ پورا نہ کر سکیں اور ہم ان کی مخالفت میں سرخرو ہو جائیں۔ مطالبہ یہ کیا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو ہماری فلاں پہاڑی جس کا نام کاتبہ تھا اس کے اندر سے ایک ایسی اونٹنی نکال دیجئے جو دس مہینہ کی گابھن ہو اور قوی و تندرست ہو۔

صالح علیہ السلام نے اول ان سے عہد لیا کہ اگر میں تمہارا یہ مطالبہ پورا کرا دوں تو تم سب مجھ پر اور میری دعوت پر ایمان لے آؤ گے۔ جب سب نے معاہدہ کر لیا۔ تو صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ آپ کے لئے تو کوئی کام دشوار نہیں ان کا مطالبہ پورا فرما دیں۔ دُعاء کرتے ہی پہاڑی کے اندر جنبش پیدا ہوئی اور اس کی ایک بڑی چٹان پھٹ کر اس میں سے ایک اونٹنی اُسی طرح کی نکل آئی جیسا مطالبہ کیا تھا۔

صالح علیہ السلام کا یہ کھلا ہوا حیرت انگیز معجزہ دیکھ کر اُن میں سے کچھ لوگ تو مسلمان ہو گئے۔ اور باقی تمام قوم نے بھی ارادہ کر لیا کہ ایمان لے آئیں۔ مگر قوم کے چند سردار جو





بتوں کے خاص پجاری اور بت پرستی کے امام تھے اُنھوں نے ان کو بہکا کر اسلام قبول کرنے سے روک دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ قوم نے عہد شکنی کی اور خطرہ ہوا کہ ان پر کوئی عذاب آجائے تو پیغمبرانہ شفقت کی بنا پر ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ اس اونٹنی کی حفاظت کرو، اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ تو شاید تم عذاب سے محفوظ رہو ورنہ فوراً تم پر عذاب آجائے گا یہی مضمون آیتِ مذکورہ کے ان جملوں میں ارشاد ہوا ہے هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ یعنی یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے۔ اور اس کو بُرائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ تم کو عذاب الیم آپکڑے گا اس ناقہ کو ناقۃ اللہ اس لئے کہا گیا کہ اللہ کی قدرتِ کاملہ کی دلیل اور صالح علیہ السلام کے معجزہ کے طور پر حیرت انگیز طریق سے پیدا ہوئی۔ جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو روح اللہ فرمایا گیا کہ اُن کی پیدائش بھی معجزانہ انداز سے ہوئی تھی۔ تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اس ناقہ کے کھانے پینے میں تمہاری مِلک اور تمہارے گھر سے کچھ نہیں جاتا زمین اللہ کی ہے اس کی پیداوار کا پیدا کرنے والا وہی ہے اُس کی اونٹنی کو اُس کی زمین میں آزاد چھوڑ دو کہ عام چراگاہوں میں کھاتی رہے۔

قوم ثمود جس کنوئیں سے پانی پیتے پلاتے تھے اُسی سے یہ اونٹنی بھی پانی پیتی تھی مگر یہ عجیب الخلقۃ اونٹنی جب پانی پیتی تو پورے کنوئیں کا پانی ختم کر دیتی تھی حضرت صالح علیہ السلام نے باذن ربانی یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن قوم کے سب لوگ پانی لیں گے اور جس روز یہ اونٹنی پانی پیئے گی تو دوسروں کو پانی کے بجائے اونٹنی کا دودھ اتنی مقدار میں مل جاتا تھا کہ وہ اپنے سارے برتن اُس سے بھر لیتے تھے۔ قرآن میں دوسری جگہ اس تقسیم کا ذکر اس طرح آیا ہے وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ۔ یعنی صالح علیہ السلام آپ اپنی قوم کو بتلا دیں کہ کنوئیں کا پانی اُن کے اور ناقۃ اللہ کے درمیان تقسیم ہو گا ایک دن اونٹنی کا اور دوسرے دن پوری قوم کا اور اس تقسیم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی نگرانی مسلط ہو گی کہ کوئی اس کے خلاف نہ کر سکے۔ اور ایک دوسری آیت میں ہے هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ۔ یعنی یہ اللہ کی اونٹنی ہے ایک دن پانی کا حق اس کا اور دوسرے دن کا پانی تمہارے لئے معین و مقرر ہے۔

دوسری آیت میں اس وعدہ فراموش سرکش قوم کی خیر خواہی اور ان کو عذاب الٰہی سے بچانے کے لئے پھر اُن کو اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات یاد دلائے کہ اب بھی یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز آجائیں فرمایا۔ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ

تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا، اس میں خلفاء خلیفہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں قائمقام اور نائب اور قصور قصر کی جمع اونچی عالیشان عمارت اور محل کو کہا جاتا ہے تَنْحِتُوْنَ، نحت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں سنگ تراشی۔ جبال جبل کی جمع ہے بمعنی پہاڑ بیوتا بیت کی جمع ہے جو گھر کے کمرے کے لئے بولا جاتا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اُس نے قوم عاد کو ہلاک کرکے اُن کی جگہ تم کو بسایا اُن کی زمین اور مکانات تمہارے قبضہ میں دے دیئے اور تم کو یہ صنعت سکھلادی کہ کھلی زمین میں بڑے بڑے محلات بنالیتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں کمرے اور مکانات بنالیتے ہو۔ آخر آیت میں فرمایا فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۔ یعنی اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور ان کا احسان مانو اُس کی اطاعت اختیار کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔

## احکام و مسائل

آیاتِ مذکورہ سے چند اصولی اور فروعی مسائل معلوم ہوئے۔

اوّل یہ کہ اصولِ عقائد میں تمام انبیاء علیہم السلام متفق ہیں اور اُن کی شریعتیں متحد ہیں سب کی دعوت توحید کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا اور اُس کی خلاف ورزی پر عذابِ دنیا و آخرت سے ڈرانا ہے۔

دوسرے یہ کہ تمام پچھلی امتوں میں ہوتا بھی رہا ہے کہ قوموں کے بڑے دولتمند آبرو دار لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور اُس کے نتیجہ میں دنیا میں بھی ہلاک و برباد ہوئے اور آخرت میں بھی مستحقِ عذاب ہوئے۔

تیسرے تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دنیا میں کافروں پر بھی مبذول ہوتی ہیں۔ جیسا کہ قوم عاد و ثمود پر اللہ تعالیٰ نے دولت وقوت کے دروازے کھول دیئے تھے۔

چوتھے تفسیر قرطبی ہی میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بڑے بڑے محلات اور عالیشان مکانات کی تعمیر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور اُن کا بنانا جائز ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ انبیاء و اولیاء اللہ نے اس کو اس لئے پسند نہیں فرمایا کہ یہ چیزیں انسان کو غفلت میں ڈال دینے والی ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اونچی تعمیرات کے بارہ میں ارشادات منقول ہیں وہ اسی انداز کے ہیں۔

تیسری اور چوتھی آیت میں وہ مکالمہ اور مباحثہ ذکر کیا گیا ہے جو قوم ثمود کے دو گروہوں کے درمیان ہوا۔ ایک وہ گروہ جو صالح علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا، دوسرا منکرین و کفار کا گروہ۔ ارشاد فرمایا قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ





مِنْهُمْ یعنی کہا قوم صالح علیہ السلام میں سے اُن لوگوں نے جنھوں نے تکبّر کیا اُن لوگوں سے جن کو حقیر و ضعیف سمجھا جاتا تھا یعنی جو ایمان لائے تھے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ اس جگہ ان دونوں گروہوں کے دو وصف قرآن کریم نے بتلائے مگر کفار کا وصف بصیغہ معروف بتلایا اِسْتَكْبَرُوْا اور مؤمنین کا وصف بصیغہ مجہول بتلایا اُسْتُضْعِفُوْا اس میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ کفار کا یہ حال کہ وہ تکبر کرتے تھے خود اُن کا اپنا فعل تھا جو قابل مواخذہ و ملامت اور انجام کار موجبِ عذاب ہوا۔ اور مؤمنین کا جو وصف یہ لوگ بیان کرتے تھے کہ وہ ذلیل و حقیر اور ضعیف ہیں۔ یہ کفار کا کہنا ہے خود مؤمنین کا واقعی حال اور وصف نہیں جس پر کوئی ملامت ہوسکے بلکہ ملامت ان لوگوں پر ہے جو بلاوجہ ان کو حقیر و ضعیف کہتے اور سمجھتے ہیں۔ آگے وہ مکالمہ جو دونوں گروہوں میں ہوا یہ ہے کہ کفار نے مؤمنین سے کہا کہ کیا تم واقعی یہ جانتے ہو کہ صالح علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

مؤمنین نے جواب دیا کہ جو ہدایات وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دے کر بھیجے گئے ہیں ہم ان سب پر یقین و ایمان رکھتے ہیں۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ قوم ثمود کے مؤمنین نے کیسا بلیغ جواب دیا ہے کہ تم جس بحث میں پڑے ہوئے ہو کہ یہ رسول ہیں یا نہیں یہ بات قابلِ بحث ہی نہیں بلکہ بدیہی اور یقینی ہے اور یہ بھی یقینی ہے کہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لایا ہوا پیغام ہے۔ بات کچھ ہوسکتی ہے تو یہ کہ کون اُن پر ایمان لاتا ہے کون نہیں، سو ہم تو بحمد اللہ اُن کی لائی ہوئی سب ہدایات پر ایمان رکھتے ہیں۔

مگر ان کے بلیغ جواب پر بھی قوم نے وہی سرکشی کی بات کی کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اُس کے منکر ہیں۔ دنیا کی محبت اور دولت وقوت کے نشہ سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے کہ وہ انسان کی آنکھوں کا پردہ بن جاتے ہیں اور وہ بدیہی چیزوں کا انکار کرنے لگتا ہے۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ
پھر انہوں نے کاٹ ڈالا اونٹنی کو اور پھر گئے اپنے رب کے حکم سے اور بولے اے صالح

ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ
لے آ ہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا اگر تو رسول ہے۔ پس آپکڑا ان کو

الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ
زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے۔ پھر صالح الٹا پھرا اُن سے

وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ

اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمہاری

وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

لیکن تم کو محبت نہیں خیر خواہوں سے۔

## خلاصۂ تفسیر

غرض (نہ صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور نہ اونٹنی کے حقوق ادا کئے بلکہ) اس اونٹنی کو (بھی) مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم (ماننے) سے (بھی) سرکشی کی (وہ حکم اعتقادِ توحید و رسالت تھا) اور (اس پر یہ بیباکی کہ) کہنے لگے کہ اے صالح جس (عذاب) کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوائیے اگر آپ پیغمبر ہیں (کیونکہ پیغمبر کا صادق ہونا لازم ہے) پس پکڑا ان کو زلزلہ نے سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے اس وقت صالح (علیہ السلام) ان سے منہ موڑ کر چلے اور (بطور حسرت کے فرضی خطاب کرکے) فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا (جس پر عمل کرنا موجب فلاح تھا) اور میں نے تمہاری (بہت) خیر خواہی کی (کہ کس طرح شفقت سے سمجھایا) لیکن (افسوس تو یہ ہے کہ) تم لوگ (اپنے) خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے (اس لئے ایک نہ سنی اور آخر روزِ بد دیکھا)۔

## معارف و مسائل

پچھلی آیات میں آچکا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی دُعا سے پہاڑ کی ایک بڑی چٹان شق ہو کر اس سے ایک عجیب و غریب اونٹنی پیدا ہو گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی کو بھی اس قوم کے لئے آخری امتحان اس طرح بنا دیا تھا کہ جس کنویں سے ساری بستی کے لوگ اور اُن کے مویشی پانی حاصل کرتے تھے یہ اس کا سارا پانی پی جاتی تھی اس لئے صالح علیہ السلام نے ان کے لئے باری مقرر کر دی تھی کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے دوسرے دن بستی والے۔

قوم ثمود اس اونٹنی کی وجہ سے ایک تکلیف میں مبتلا تھے۔ اور چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ ہلاک ہو جائے مگر خود ایسی حرکت کرنے سے ڈرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب آجائے گا۔

شیطان کا سب سے بڑا وہ فریب جس میں مبتلا ہو کر انسان اپنی ہوش و عقل کھو بیٹھتا ہے





وہ عورت کا فتنہ ہے۔ قوم کی دو حسین و جمیل عورتوں نے یہ بازی لگا دی کہ جو شخص اس ناقہ کو قتل کر دے گا ہم اور ہماری لڑکیوں میں سے جس کو چاہے وہ اس کی ہے۔

قوم کے دو نوجوان۔ مِصْدَعْ اور قُدَّار اس نشہ میں مدہوش ہو کر اس ناقہ کو قتل کرنے کے لئے نکلے اور ناقہ کے راستہ میں ایک پتھر کی چٹان کے نیچے چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب ناقہ سامنے آئی تو مصدع نے تیر کا وار کیا اور قدار نے تلوار سے اس کی ٹانگیں کاٹ کر قتل کر دیا۔

قرآن کریم نے اسی کو قوم ثمود کا سب سے بڑا شقی اور بدبخت قرار دیا ہے۔ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا۔ کیونکہ اس کے سبب پوری قوم عذاب میں گرفتار ہو گئی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ناقہ کے قتل کا واقعہ معلوم ہونے کے بعد قوم کو بحکمِ خداوندی بتلا دیا کہ اب تمہاری زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں۔ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ۔ یعنی تین دن اور اپنے گھروں میں آرام کر لو (اس کے بعد عذاب آنے والا ہے) اور یہ وعدہ سچا ہے اس میں خلاف کا امکان نہیں۔ مگر جس قوم کا وقت خراب آجاتا ہے اس کے لئے کوئی نصیحت و تنبیہ کارگر نہیں ہوتی۔ حضرت صالح علیہ السلام کے اس ارشاد پر بھی ان بدبخت لوگوں نے مذاق اُڑانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ یہ عذاب کیسے اور کہاں سے آئے گا اور اُس کی علامت کیا ہوگی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ لو عذاب کی علامات بھی سن لو، کل جمعرات کے روز تم سب کے چہرے سخت زرد ہو جائیں گے مرد و عورت، بچہ بوڑھا کوئی اس سے مستثنیٰ نہ ہوگا، پھر پرسوں جمعہ کے روز سب کے چہرے سخت سُرخ ہو جائیں گے اور ترسوں ہفتہ کو سب کے چہرے شدید سیاہ ہو جائیں گے۔ اور یہ دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ بدنصیب قوم نے یہ سن کر بھی بجائے اس کے کہ توبہ و استغفار کی طرف متوجہ ہو جاتے یہ فیصلہ کیا کہ صالح علیہ السلام ہی کو قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ اگر یہ سچے ہیں اور ہم پر عذاب آنا ہی ہے تو ہم اپنے سے پہلے ان کا کام تمام کیوں نہ کر دیں اور اگر جھوٹے ہیں تو اپنے جھوٹ کا خمیازہ بھگتیں۔ قوم کے اس ارادہ کا تذکرہ قرآن میں دوسری جگہ تفصیل سے موجود ہے۔ قوم کے اس متفقہ فیصلہ کے ماتحت کچھ لوگ رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے مکان پر قتل کے ارادہ سے گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے راستہ ہی میں ان پر پتھر برسا کر ہلاک کر دیا۔ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ یعنی اُنھوں نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایسی تدبیر کی کہ اُن کو اُس کی خبر نہ ہوئی۔